

کیا سنت قرآن کی نسخ ہو سکتی ہے؟

حافظ مسعود قاسم*

حافظ محمد شریف شاکر**

قرآن و سنت کا آپس میں گہرا ربط ہے، دونوں وحی الہی ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اور سنت کے معانی اللہ کی طرف سے جبکہ الفاظ آپ ﷺ کے اپنے ہیں۔ اور آپ ﷺ سنت کی صورت میں منشاء الہی کو اپنے الفاظ میں ادا فرماتے تھے۔ اور یہ الفاظ جو آپ ﷺ کی زبان سے ادا ہوتے، چونکہ وہ منشاء الہی کے مطابق ہوتے، اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وما ينطق عن الهوى، ان هو الا وحى يوحى (۱)

سنت کا قرآن سے تعلق:

اس میں شبہ نہیں کہ قرآن و سنت دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں لہذا جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اس میں اختلاف کا امکان قطعاً نہیں ہو سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا (۲)

رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت شدہ سنت کا فی الواقع قرآن کے مخالف ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ یہ دونوں وحی الہی ہیں اور وحی الہی میں تضاد ناممکن ہے، لیکن بعض دفعہ بظاہر تضاد نظر آتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ”حکم“ سے جو کچھ مراد ہوتا ہے وہ بسا اوقات بادی النظر میں مجتہد سے مخفی رہ جاتا ہے۔ سنت کی اپنے مدلول کی راہنمائی کے لحاظ سے تین قسمیں ہیں۔

امام شافعی (م ۲۰۴ھ) ان تین حیثیات کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

”فلم اعلم من اهل العلم مخالفاً في ان سنن النبي من ثلاثة وجوه۔“ (۳)

میرے علم کے مطابق کوئی اہل علم اس کا مخالف نہیں ہے کہ نبی (ﷺ) کی سنن کی تین حیثیتیں ہیں۔

* لیچر شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف ایگریکلچر، فیصل آباد، پاکستان

** ایوسی ایٹ پروفیسر (ر) جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان

امام ابن قیم نے بھی تین ہی قسمیں ذکر کی ہیں آپ لکھتے ہیں کہ ”السنة مع القرآن على ثلاثة اوجه“ (۴) یعنی سنت تین حیثیتوں سے قرآن کے ساتھ ہے“
درج ذیل سطور میں ان تین اقسام کی مثالوں سے وضاحت کی جا رہی ہے۔
سنت کی قرآن سے موافقت:

جو سنت تمام وجوہ سے اسی طرح حکم پر دلالت کرے جیسے قرآن نے حکم پر دلالت کی ہے، یہ سنت اجمال و بیان اور اختصار و شرح کے لحاظ سے قرآن کے موافق ہوگی اور قرآن کے ساتھ اس کی حیثیت اس کے موافق ہوگی۔ جیسے نبی ﷺ کی حدیث: بنی الاسلام علی خمس (۵) کی حیثیت مندرجہ ذیل آیات واقیموا الصلوة واتوا الزکوة (۶) یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام (۷) اور ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً (۸) کے ساتھ ہے۔

سنت نے بنی الاسلام علی خمس میں نماز، زکوٰۃ اور حج کی کیفیت بیان نہ کرنے کے باوجود ان کے وجوب پر اسی طرح دلالت کی ہے جس طرح مذکورہ بالا آیات نے کی ہے اور ایسے ہی حدیث لایحل مال امرأ مسلم الا بطیب من نفسه (۹) اللہ تعالیٰ کے فرمان: ولا تاکلوا الاموالکم بینکم بالباطل وتدلوها بہا الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون (۱۰) سے موافقت رکھتی ہے۔ اور حدیث رسول اتقوا اللہ فی النساء فانہن عوان عندکم اخذتموهن بامانة اللہ واستحللتم فروجهن بکلمة اللہ (۱۱) اللہ تعالیٰ کے فرمان وعاشروهن بالمعروف (۱۲) سے موافقت رکھتی ہے۔

سنت قرآن کی مُسَبِّح:

بعض دفعہ سنت قرآن میں وارد شدہ احکام کو بیان کرتی ہے، گویا قرآن کے مجمل کی تفصیل اور اس کے مشکل کی توضیح کرتی ہے یا اس کے مطلق کو مقید اور اس کے عام کو خاص کرتی ہے۔ مثلاً: وہ احادیث جو صلاۃ و زکوٰۃ کے مجمل کی تفصیل بتاتی ہیں، اور وہ احادیث جن سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول: حتی یتبین لکم الخیط الابيض من الخیط الاسود (۱۳) میں ”خیاط ابیض“ سے مراد ”بیاض النهار“ اور ”خیاط اسود“ سے مراد ”سواد الیل“ ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول والذین یکنزون الذهب والفضة (۱۴) میں ”الکنز“ سے مراد ”زکوٰۃ کی عدم ادائیگی“ ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول فاقطعوا ایدیہما (۱۵) میں ”الید“ سے مراد دستِ راست مقید کیا گیا ہے اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے قول فصیام ثلاثة ایام (۱۶) میں ”ثلاثة ایام“ کو ”تتابع“ کے ساتھ سنت نے مقید کیا ہے۔ اور یہ سنت نے ہی وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم

بظلم (۱۷) میں ظلم سے مراد خاص شرک ہے۔ اس قسم کی سنت کو قرآن کی مبین کہا جاتا ہے۔

سنت ایسے احکام کی راہنمائی کرتی ہے جس سے قرآن خاموش ہے:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سنت ایسے حکم کو واجب کرتی ہے جسے واجب کرنے سے قرآن خاموش ہے، یا اس چیز کو حرام ٹھہراتی ہے جس کی تحریم سے قرآن خاموش ہے۔ (۱۸)

اس کی مثالیں وہ احادیث ہیں جنہوں نے رضاعت کے ان رشتوں کو حرام کیا جن کو نسب حرام کرتا ہے اور عورت کو اس کی پھوپھی یا خالہ کے ساتھ (ایک شخص کے نکاح میں) جمع کرنے کو حرام کیا ہے؛ حق شفعہ، حضر میں رہن، دادی کے ورثہ کا بیان، ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے کو حدیث نے شریعت بنایا ہے؛ شادی شدہ زانی کے رجم کا وجوب اور رمضان کا روزہ توڑنے والے شخص پر کفارہ کا واجب ہونا اور ایسے ہی کئی دیگر احکام کی راہنمائی حدیث نے کی ہے۔ (۱۹)

قرآن: قرآن کریم کے بارے میں ابواسحاق شاطبی (م ۹۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ یہی شریعت کا قاعدہ کلی ہے اور اسی پر ملت کا انحصار ہے۔

سنت: یہ بھی درحقیقت قرآن کی طرف لوٹتی ہے، جو اس کے مجمل کی تفصیل بتلاتی ہے، پیچیدہ مقامات کی وضاحت کرتی اور اس کے اختصار کی تشریح کرتی ہے، لہذا جو شخص احکام شریعت سے روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب و سنت کی طرف رجوع کرے، یا پھر ان قواعد کی طرف رجوع کرے جو اجماع اور قیاس کے ذریعے کتاب و سنت سے یقینی طور پر متفرع ہوتے ہیں۔ (۲۰)

مندرجہ بالا سطور میں قرآن و سنت کے وحی الہی ہونے کی راہنمائی ملتی ہے۔ اس کے بعد زیر بحث موضوع یہ ہے کہ کیا سنت قرآن کے کسی حکم کو منسوخ کر سکتی ہے؟

کچھ فقہاء، محدثین اس نسخ کے قائل ہیں اور کچھ اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ نسخ کی اس صورت کو ”تخصیص القرآن بالنسخ“ کا نام دیتے ہیں، اس لیے اس کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

نسخ کا لغوی مفہوم:

”هو في اللغة الابطال والازالة ومنه نسخت الشمس الظل والريح اثار القدم“ (۲۱)

”نسخ لغت میں ابطال و ازالہ کو کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے ”سورج نے سایہ اور ہوا نے قدم کے

نشانات زائل کر دیے۔“

نسخ کا شرعی مفہوم:

ابن قدامہ مقدسی (۲۲) لکھتے ہیں:

[۱] "أما النسخ في الشرع فهو بمعنى الرفع والازالة لا غير وحده رفع الحكم الثابت

بخطاب متقدم بخطاب متراخ عنه" (۲۳)

"شرع میں نسخ سے مراد حکم کو اٹھانا اور زائل کرنا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اس کی تعریف یہ ہے

کہ پہلے خطاب کے ساتھ ثابت ہونے والے حکم کو اس کے بعد آنے والے خطاب کے ساتھ اٹھا دینا۔"

[۲] بعض نے نسخ کی حسب ذیل تعریف کی ہے:

"النسخ كشف مدة العبادة بخطاب ثانٍ" (۲۴)

"دوسرے خطاب کے ساتھ مدت عبادت کو ظاہر کرنا نسخ ہے۔"

ابن قدامہ مقدسی اس نسخ کی اس تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس (تعریف) سے لازم

آتا ہے کہ اللہ کے فرمان تم اتموا الصيام الی الیل کو نسخ کا نام دیا جائے حالانکہ اس میں (پہلے حکم کو) اٹھانے کا

مفہوم نہیں پایا جاتا، کیونکہ (رات ظاہر ہونے کے ساتھ روزہ کے وقت کا ختم ہونا حکم کے اٹھنے کا مفہوم نہیں رکھتا۔ یہ

اس لیے کہ اللہ کا قول: "اللی الیل" جب بذات خود رات سے دور رہنے والے دن پر بولا جاتا ہے تو اس کے منسوخ

ہونے کا کیا معنی؟ نسخ تو خطاب اول میں داخل ہونے والے حکم کو اٹھاتا ہے اور یہ تعریف جو انھوں نے ذکر کی ہے یہ

تو تخصیص ہے، کیونکہ عبادت کا وقت آنے سے پہلے اور اسے کر گزرنے سے پہلے اس کا نسخ جائز ہے اور اس (آیت)

میں اس عبادت کے منقطع ہونے کا بیان نہیں ہے (۲۵)

معزولہ کے ہاں نسخ کی تعریف:

"الخطاب الدال علی ان مثل الحكم الثابت بالنص المتقدم زائل علی وجه لولاه لکان

ثابتاً" (۲۶)

"نسخ ایسے خطاب کو کہا جاتا ہے جو اس چیز پر دلالت کرنے والا ہو کہ متقدم نص کے ساتھ ثابت

ہونے والے حکم کا مثل، ایسے طریق پر زائل ہوتا ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو پہلی ہی نص ثابت رہے۔"

متاخرین و متقدمین کے ہاں نسخ کی تعریف:

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

"المراد بالناسخ والمنسوخ عند السلف والخلف قلت: ومراد عامة السلف بالناسخ

والمنسوخ رفع الحکم بجملة تارة، --وزال عنه به اشکالات اوجہا
حمل کلامہم علی الاصطلاح الحادث المناخر۔“

متاخرین اور عام متقدمین کی ناسخ و منسوخ سے مراد کبھی تو عام حکم کا اٹھانا ہوتا ہے اور یہ متاخرین کی اصطلاح ہے۔ اور کبھی عام، مطلق اور ظاہر وغیرہ کی دلالت کو اٹھانا مقصود ہوتا ہے: یا تو عام کی تخصیص کر کے یا مطلق کو مقید کر کے یا مطلق کو مقید پر محمول کر کے اور اس کی تفسیر و تبیین کر کے اس دلالت کو اٹھا دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ استثناء، شرط اور صفت کا نام نسخ رکھتے ہیں، کیونکہ یہ (تینوں) ظاہر کی دلالت کو اٹھانے اور مراد کو بیان کرنے پر مشتمل ہوتے ہیں، لہذا متقدمین کے ہاں اور ان کی زبان میں اس لفظ کے بغیر بلکہ اس سے خارج کسی دوسرے لفظ کے ساتھ مراد بیان کرنے کو نسخ کہا جاتا ہے۔ اور جو شخص ان کے کلام پر غور کرے گا وہ اس میں بے شمار ایسا (نسخ) دیکھے گا۔ اور اس غور و فکر کے سبب اس کے بہت سے اشکالات، جنہیں اس نے متاخرین کے کلام کو جدید اور متاخر اصطلاح پر محمول کر کے اپنے اوپر واجب سمجھ رکھا تھا، وہ (اشکالات) زائل ہو جائیں گے۔ (۲۷)

نسخ اور تخصیص میں اشتراک و افتراق:

حافظ ابن قیم الجوزیہ کی مندرجہ بالا تقریر سے یہ بات خوب سمجھ آتی ہے کہ جس طرح تمام حکم کے اٹھنے کو نسخ کا نام دیا جاتا ہے ایسے ہی جب عام، مطلق اور ظاہر وغیرہ کی دلالت کو اٹھانا مقصود ہو تو تخصیص اور تہقید وغیرہ کو بھی نسخ کا نام دیا جاتا ہے، اور اسلاف ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ لیکن صرف تمام حکم کے اٹھانے کو نسخ کا نام دینا، یہ متاخرین کی اصطلاح ہے۔ گویا متقدمین نسخ و تخصیص میں کچھ فرق نہیں کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حزم لکھتے ہیں:

اگر یہ کہیں کہ ”تخصیص نسخ کی طرح نہیں ہے کیونکہ تخصیص نص کو اس کی جگہ سے اٹھاتی نہیں ہے جبکہ نسخ پوری نص کو اٹھاتا ہے۔“ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب سنت کے ساتھ نص کے کچھ حصہ کو اٹھانا جائز ہے، اور نص کا کچھ حصہ بھی تو نص ہی ہوتا ہے، تو سنت کے ساتھ نص کے کسی اور حصے کو اٹھانے میں کوئی فرق نہ ہوا، اور یہ سب ایک جیسا ہوا، اور اس میں سے کسی چیز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (۲۸)

اگر کچھ فرق ثابت ہوتا ہے تو وہ صرف عموم و خصوص کا فرق ہے، کیونکہ نسخ میں کل حکم کو اٹھایا جاتا ہے اور تخصیص میں بعض کو۔

ابن قدامہ مقدسی لکھتے ہیں کہ یہ دونوں نسخ اور تخصیص اس حیثیت سے مشترک ہیں کہ ان میں سے ہر ایک لفظ کو اٹھانے میں بعض کے مختص ہونے کو واجب کرتا ہے، اور یہ دونوں مفترق اس حیثیت سے ہیں کہ تخصیص (خاص کرنے) میں اس چیز کا بیان ہوتا ہے کہ خاص کی ہوئی چیز لفظ سے مراد نہیں ہے۔ (۲۹)

اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ واحل لکم ماوراء ذلکم (۳۰) میں لفظ "ما" سے مراد وہ چیز نہیں ہے جو حدیث لایجمع الرجل بین المرأة وعمتها ولابین المرأة وخالتها (۳۱) میں مخصوص کردی گئی ہے۔

ابن بدران دومی اس اقتباس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ابن قدامہ کی مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ (۳۲)

امام حازمی (۳۳) تخصیص و نسخ کے مابین اشتراک و افتراق کا یوں تذکرہ کرتے ہیں جب ناسخ کو منسوخ سے ممیز کرنے اور ترجیحات کے بیان کے بارے میں گفتگو ختم ہوئی تو تخصیص و نسخ کے مابین تمیز کا ذکر ضروری ہوا کیونکہ یہ ناسخ کو منسوخ سے ممیز کرنے کے لوازمات میں سے ہے۔ اور جو شخص ناسخ کی پہچان چاہتا ہے وہ ان دونوں تخصیص و نسخ میں التباس پائے جانے اور مخصوص تر میں اس دونوں کے اشتراک کے سبب ان دونوں کی معرفت سے مستغنی نہیں ہو سکتا، جبکہ ان دونوں میں سے ہر ایک، جس کو لفظ متبادل ہے اس کے بعض کے ساتھ حکم کے مخصوص ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ دونوں پانچ طرح سے ایک دوسرے سے ممیز ہیں۔ (۳۴)

ابوبکر حازمی نے تخصیص و نسخ میں تمیز کی پانچ وجوہ ذکر کی ہیں:

(۱) بلاشبہ ناسخ منسوخ سے متاخر ہوا کرتا ہے جبکہ تخصیص کا مخصوص سے اتصال اور تراخی (دونوں) صحیح ہیں اور جو وقت ضرورت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں سمجھتے ان کے ہاں تخصیص کا مخصوص سے اتصال واجب ہے۔

(۲) نسخ کی دلیل صرف خطاب ہوتا ہے جبکہ تخصیص بسا اوقات قول، فعل اور قیاس وغیرہ کے ساتھ واقع ہوتی ہے۔

(۳) کسی چیز کا نسخ صرف قوت میں اپنے مثل یا رتبہ میں اپنے سے قوی تر کے ساتھ جائز ہے، جبکہ تخصیص، مخصوص منہ سے رتبہ میں کم تر کے ساتھ جائز ہے۔

(۴) بلاشبہ تخصیص مامور واحد کے ساتھ امر میں داخل نہیں ہوتی جبکہ اس جیسے میں نسخ جائز ہے۔ خصوصاً اس شخص کے اصول کے مطابق جو کسی چیز کا اس کے وقت سے پہلے منسوخ ہونا جائز سمجھتا ہے۔

(۵) بلاشبہ تخصیص خطاب سے تب تک خارج رہتی ہے جب تک وہ اس سے مراد نہ ہو۔ جبکہ نسخ اس چیز کو اٹھاتا ہے جس کے حکم کو ثابت کرنے کا ارادہ کیا گیا ہو۔ (۳۵)

ابن قدامہ مقدسی نے تخصیص و نسخ کے فرق کو یوں واضح کیا ہے کہ

(۱) نسخ میں ناسخ کا مؤخر ہونا شرط ہے جبکہ تخصیص کا مخصوص سے اقران جائز ہے۔

- (۲) یہ کہ نسخ امر میں ماسور واحد کے ساتھ داخل ہوتا ہے جبکہ تخصیص میں ایسا نہیں ہے۔
 (۳) نسخ صرف خطاب کے ساتھ ہو سکتا ہے جبکہ تخصیص ادلہ عقل اور قرآن کے ساتھ جائز ہے۔
 (۴) یہ کہ نسخ اخبار کو داخل نہیں ہوتا جبکہ تخصیص اس کے خلاف ہے۔
 (۵) بلاشبہ نسخ کے ساتھ لفظ کی دلالت اس کے ماتحت پر باقی نہیں رہتی جبکہ تخصیص کے ساتھ یہ دلالت باقی رہتی ہے،
 (۶) یہ کہ قطعی چیز میں نسخ اسی جیسے کے ساتھ جائز ہے جبکہ تخصیص قیاس، خبر واحد اور تمام ادلہ کے ساتھ جائز ہے۔ (۳۶)

ابن قدامہ کی پیش کردہ اس عبارت کے بعض فقرات کی ابن بدران دومی وضاحت کرتے ہیں کہ (۱) قولہ: "بجوز اقتراہ، یعنی تخصیص کا تخصص کے ساتھ اقتراہ و اتصال جائز ہے جیسے "اکرم بنی تمیم الا امراء منهم" بنی تمیم کی سوائے ان کے امراء کے تکریم کیجئے" جبکہ ناسخ کا منسوخ کے ساتھ اقتراہ و اتصال جائز نہیں ہے (۲) قولہ: "بما مور واحد، یعنی کسی امر پر ناسخ کا وارد ہونا ایک فعل کے ساتھ جائز ہے جیسے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونا بیت الحرام کی طرف متوجہ ہونے کیساتھ منسوخ کر دیا گیا، جبکہ فعل واحد کے ساتھ حکم کرنے میں تخصیص داخل نہیں ہے کیونکہ تخصیص تو کسی چیزوں میں سے ہوتی ہے اور اس کی مثال ہے سال کی عدت کا منسوخ ہونا اور اس (عدت) کا چار ماہ دس دن کی طرف پلٹنا۔ (۳) قولہ: "بادلة العقل" جیسے اللہ تعالیٰ کے قول "تدمر کل شیء کی تخصیص، اس نے عقلاً کل شیء کو مغضوب علیہم کے گھروں کی تباہی کے ساتھ مخصوص کر دیا، اور ایسے ہی "اووتت من کل شیء ہے۔ (۳۷)

نسخ کی اقسام: شمس الائمہ سرحسی (۳۸) نے نسخ کی چار قسمیں بتائی ہیں:

"نسخ الكتاب بالكتاب، نسخ السنة بالسنة ونسخ الكتاب بالسنة ونسخ السنة بالكتاب ولا خلاف بين العلماء في جواز القسمين الاولين و يختلفون في القسمين الاخرين۔" (۳۹)

"(۱) کتاب کا نسخ کتاب کیساتھ (۲) سنت کا نسخ سنت کے ساتھ، (۳) کتاب کا نسخ سنت کے ساتھ (۴) اور سنت کا نسخ کتاب کے ساتھ، پہلی دو قسموں کے بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور آخری دو قسموں کے بارے میں علماء اختلاف کرتے ہیں۔"

حافظ ابن حزم نے اس اختلاف کا یوں تذکرہ کیا ہے:

”اختلف الناس في هذا بعد ان اتفقوا على جواز نسخ القران بالقران وجواز نسخ السنة بالسنة فقالت طائفة: لا تنسخ السنة بالقران ولا القران بالسنة وقالت طائفة: جائز كل ذلك والقران ينسخ بالقران وبالسنة، والسنة تنسخ بالقران وبالسنة۔“ (۴۰)

”لوگوں نے نسخ القران بالقران اور نسخ السنة بالسنة کے جواز پر متفق ہونے کے بعد اس (کی دیگر اقسام کے جواز) میں اختلاف کیا ہے: (قول اول) ایک جماعت نے کہا ہے کہ سنت قرآن کے ساتھ منسوخ نہیں ہوتی اور نہ قرآن سنت کے ساتھ منسوخ ہوتا ہے۔ (قول ثانی) ایک جماعت نے کہا ہے کہ سب جائز ہے: قرآن، قرآن اور سنت کے ساتھ منسوخ ہوتا ہے، اور سنت، قرآن اور سنت کے ساتھ منسوخ ہوتی ہے۔“

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

”لا خلاف في جواز نسخ القران بالقران ونسخ السنة المتواترة بالسنة المتواترة وجواز نسخ الاحاد بالاحاد و نسخ الاحاد بالمتواتر و اما نسخ القران او المتواتر من السنة بالاحاد فقد وقع الخلاف في ذلك في الجواز والوقوع۔“ (۴۱)

”قرآن کو قرآن کے ساتھ منسوخ کرنے اور سنت متواترہ کو سنت متواترہ کے ساتھ منسوخ کرنے کے جواز میں، آحاد کو آحاد کے ساتھ منسوخ کرنے اور آحاد کو متواتر کے ساتھ منسوخ کرنے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن آحاد کے ساتھ قرآن یا سنت متواترہ کے نسخ کے جواز اور وقوع میں اختلاف واقع ہوا ہے۔“

مندرجہ بالا اقتباسات سے نسخ کے بارے میں حسب ذیل مذاہب مفہوم ہوتے ہیں:

[۱] تمام صورتوں میں نسخ جائز ہے، یعنی قرآن قرآن کو اور سنت سنت کو منسوخ کرتی ہے اور سنت صحیحہ (متواتر، مشہور یا آحاد) قرآن کو منسوخ کرتی ہے۔ [۲] صرف پہلی دو صورتوں میں نسخ جائز ہے۔ [۳] قرآن کو سنت متواترہ یا سنت مشہورہ کے ساتھ منسوخ کرنا جائز ہے، ایسے ہی سنت کو قرآن کے ساتھ منسوخ کرنا جائز ہے۔

پہلے مذہب کے قائلین حافظ ابن حزم اور ان کے ہم خیال لوگ ہیں۔ دوسرے مذہب کے قائلین امام شافعی اور ان کے ہم نوا ہیں، اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی خیال ہے، جبکہ تیسرے مذہب کو احناف نے قبول کیا ہے۔ اور وہ صرف سنت متواترہ یا سنت مشہورہ کے ساتھ نسخ قرآن کے قائل ہیں جیسا کہ اوپر امام سرخسی کا قول ذکر

کیا گیا ہے۔

عقلاً جواز کے تو اکثر لوگ قائل ہیں، لیکن وقوع کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے:

- (۱) جمہور کا خیال ہے کہ یہ نسخ واقع نہیں ہوتا جیسا کہ ابن برہان اور ابن حابط وغیرہ نے نقل کیا ہے،
 (۲) اہل ظاہر کی ایک جماعت اس کے وقوع کی طرف گئی ہے اور امام احمد کی ایک روایت یہی ہے اور یہی بات حق ہے جو صحیح آحاد کے ساتھ نسخ کے جواز کی راہنمائی کرتی ہے۔ کیونکہ یہ متن اور دلالت کے لحاظ سے قوی تر ہے۔ (۴۲)

نسخ القرآن بالسنہ کے بارے میں مختلف مذاہب

۱۔ ابن حزم کا مذہب:

ابن حزم اپنے ذکر کردہ دوسرے قول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ہم اسی کے قائل ہیں اور یہی صحیح ہے ہمارے ہاں تو اتر کے ساتھ منقول سنت اور اخبار احاد کے ساتھ منقول سنت دونوں برابر ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہے اور یہ قرآن کی آیات کو منسوخ کرتی ہے اور قرآن کی آیات سنت کو منسوخ کرتی ہیں۔ اس کی دلیل وہ ہے جسے ہم اس کتاب ”الاحکام فی اصول الاحکام“ کے باب الاخبار میں بیان کر آئے ہیں کہ نبی ﷺ سے آئمہ احکام کی اطاعت اسی طرح واجب ہے جس طرح قرآن میں وارد شدہ احکام کی اطاعت واجب ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے بسبب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، یہ تو اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے) کے، تو جب رسول اللہ کا کلام اللہ عزوجل کی طرف سے وحی ہے اور قرآن بھی وحی ہے تو وحی کا وحی کے ساتھ نسخ جائز ہوا کیونکہ وحی ہونے میں یہ دونوں برابر ہیں۔ (۴۳)

اور قرآن کی سنت کے ساتھ مماثلت کے بارے میں ابن حزم لکھتے ہیں کہ دو طرح سے سنت قرآن کے مثل ہے: [۱] قرآن اور سنت دونوں اللہ عزوجل کی طرف سے نازل شدہ ہیں جیسے ابھی آپ نے کلام الہی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ کی تلاوت کی ہے۔ [۲] دونوں واجب الاطاعت ہونے میں برابر ہیں جس کا ثبوت اللہ کا کلام مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ اور اطِيعُوا اللّٰهَ واطِيعُوا الرَّسُولَ ہے۔ (۴۴)
 جب یہ سب صحیح ثابت ہوا تو منسوخ آیت پر عمل کرنے کی بجائے ناسخ حدیث پر عمل کرنا افضل و بہتر، اور اجر عظیم کا باعث ٹھہرا۔ (۴۵)

سنت کے ساتھ قرآن کے نسخ کے قائلین کے دلائل ذکر کرتے ہوئے امام محمد بن نصر ابو عبد اللہ مروزی

(۲۹۴م) لکھتے ہیں کہ اس جماعت نے کہا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان کیا کہ اس نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں کو کتاب و حکمت سکھائیں: حکمت قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز ہے اور وہ ایسی سنت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے جاری فرمایا: جس کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا، اور تمام فرائض میں خواہ قرآن میں ہوں یا حدیث میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ دونوں ایک ہی مقام سے آئے ہیں اور اللہ نے اپنا حکم جو اپنے نبی کو دیا اسے اپنی مخلوق کو سکھانے کا حکم دیا، لہذا ان پر سنت رسول کو تھا منا اور اس کے مطابق عمل کرنا واجب کیا، ان دونوں میں سے ہر ایک کا معنی و مفہوم وہی ہے جو دوسرے کا ہے، اور اللہ عز و جل نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت واجب کر دی، اسے اپنی مخلوق پر اسی طرح فرض کیا جس طرح ان پر اپنی اطاعت فرض کی، ان دونوں کے درمیان وجوب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لہذا ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے کے ساتھ منسوخ ہونے کا جو تم نے انکار کیا یہ ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ جب اللہ قرآن کو قرآن کے ساتھ منسوخ کرے تو یہ اللہ کے حکم کا اس کے حکم کے ساتھ منسوخ ہونا ہے اور اسی طرح جب قرآن میں موجود کسی حکم کو سنت کے ساتھ منسوخ کرے تو وہ اپنی کتاب میں دیے گئے اپنے حکم کو اپنے نبی ﷺ کی زبان پر دیے گئے اپنے حکم کے ساتھ منسوخ کرتا ہے اور جس کسی نے اس کے درمیان فرق کیا اس میں علم کی کمی ہے۔ (۳۶)

سنت کے ساتھ قرآن کے نسخ کے قائلین کی دوسری دلیل کو مروزی یوں ذکر کرتے ہیں:

”فقالوا القرآن و السنة امران فرض الله العلم والعمل بهما على خلقه ، و قرن احدهما

بالاخر فلم يفرق بينهما فمحلهم افي التصديق بهما واحد ، كلاهما من عند الله۔“

اس کے قائلین کہتے ہیں کہ قرآن و سنت دو چیزیں ہیں دونوں کا علم حاصل کرنا اور دونوں پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر فرض کیا ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا ہے، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا، ان دونوں کی تصدیق کرنے میں دونوں کا مقام مساوی ہے، دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔“ (۴۷)

سرخسی لکھتے ہیں کہ شرعی حکم ثابت کرنے کے لیے سنت حجت کی ایک قسم ہے اور کتاب اللہ بھی ایسی ہی حیثیت رکھتی ہے ان شرعی دلیلوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ دونوں قسمیں باہم مل کر قوت حاصل کرتی ہیں۔ (۴۸)

سنت کے ساتھ قرآن کے نسخ اور عدم نسخ میں ائمہ اسلام کے مابین بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ حافظ ابن حزم، علامہ سرخسی اور امام محمد بن نصر مروزی وغیرہم ایسے نسخ کے جواز کے قائل ہیں اور ان کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔

۲۔ شوافع کا مذہب

شوافع کے ہاں نسخ کی صرف پہلی دو صورتیں ہی جائز ہیں۔ اور باقی کو وہ اجمال کی تفسیر اور عام کی تخصیص

تصور کرتے ہیں:

”انما نسخ مانسخ من الكتاب بالكتاب وان السنة لا ناسخة للكتاب، وانما هي تبع

للكتاب بمثل ما نزل نصاً ومفسرة معنی ما انزل الله منه جملاً۔“ (۴۹)

”اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کتاب سے منسوخ کیا وہ کتاب ہی کے ساتھ منسوخ کیا ہے اور بلاشبہ سنت

کتاب اللہ کو منسوخ کرنے والی نہیں ہے، یہ (سنت) تو کتاب اللہ کی نازل شدہ نص کے تابع

اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ (کتاب) کے اجمال کی تفسیر کرنے والی ہے۔

وهكذا سنة رسول الله لا ينسخها الا سنة لرسول الله۔“ (۵۰)

اسی طرح رسول اللہ کی سنت کو سوائے سنت رسول اللہ کے کوئی اور چیز منسوخ نہیں کرتی۔“

امام ابن قیم ”تخصیص القرآن بالسنة“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”ان تخصیص القرآن بالسنة جائز كما اجمعت الامة على تخصیص قوله واحل لكم ما

وراء ذلكم بقوله ﷺ: لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها وعموم قوله تعالى

يوصيكم الله في اولادكم بقوله ﷺ ” لا يرث المسلم الكافر“ وعموم قوله تعالى

والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما بقوله ﷺ ” لا قطع في ثمر ولا كثر“ ونظائر ذلك

كثيرة۔ (۵۱)

”بلاشبہ سنت کے ساتھ قرآن کی تخصیص جائز ہے جیسا کہ کلام الہی واحل لكم ما وراء ذلكم کی

رسول اللہ ﷺ کی حدیث لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها کے ساتھ تخصیص،

اور اللہ کے کلام يوصيكم الله في اولادكم کے عموم کی رسول اللہ ﷺ کی حدیث لا يرث

المسلم الكافر کے ساتھ تخصیص اور اللہ تعالیٰ کے کلام والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما

کے عموم کی رسول اللہ ﷺ کی حدیث لا قطع في ثمر ولا كثر کے ساتھ تخصیص پر امت نے

اجماع کیا ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔“

سرخسی، شوافع کا مذہب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے قول کے مطابق نسخ الكتاب بالسنة جائز

نہیں ہے، اور نہ ہی نسخ السنة بالكتاب جائز ہے۔ شافعی نے ”الرسالة“ میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو سنت

ہی منسوخ کر سکتی ہے، جیسے کتاب اللہ کے سوا کتاب اللہ کو اور کوئی چیز منسوخ نہیں کر سکتی، شافعی کے بعض اصحاب نے

کہا ہے کہ آپ کی مراد نسخ کے جواز کی نفی کرنا ہے اور آپ کے بعض اصحاب کہتے ہیں کہ آپ کی مراد نسخ کے وجود کی

نہی ہے یعنی شریعت میں ”نسخ الکتاب بالنسخہ“ اور ”نسخ السنۃ بالکتاب“ کا وجود نہیں پایا جاتا۔ (۵۲)

بعض شوافع کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کیونکہ سب اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے، اور جنس کا اعتبار محترم نہیں ہے۔ اور عقل اسے محال نہیں سمجھتی ہے، حقیقت میں اللہ سبحانہ اپنے رسول ﷺ کی زبان پر نظم قرآن کے علاوہ وحی کے ساتھ منسوخ کرنے والے ہیں۔ اگر ہم آپ کے لیے اجتہاد کے ساتھ نسخ جائز سمجھتے ہیں تو اجتہاد کی یہ اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور آپ نے ”والدین اور اقربین کے حق میں وصیت کو اپنی حدیث ”لا وصیۃ لوارث“ کے ساتھ منسوخ کیا اور ”زنا کار عورتوں کی گھروں میں بندش“ کو اپنی حدیث قد جعل اللہ لہن سبیلا البکر بالبکر جلد مائة و تغریب عام والشیب بالشیب الجلد والرحم (اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راہ نکال دی، کنوارہ کنواری کے ساتھ بدکاری کرے تو سو کوڑا اور سال کی جلا وطنی، شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرے تو کوڑے اور رجم ہے) کے ساتھ منسوخ کر دیا۔ (۵۳)

امام شافعی کی عام کتب سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ آپ ”نسخ القرآن بالنسخہ“ کے قائل نہیں تھے۔ (۵۵)

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ ابن السمعانی (م ۴۸۹ھ) کے قول کے مطابق، امام شافعی کی عام کتب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ شافعی کسی حالت میں ”نسخ القرآن بالنسخہ“ کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اگرچہ سنت متواترہ ہی کیوں نہ ہو، یہی بات صیرنی (۵۶) اور خفاف (۵۷) نے جزم کے ساتھ کہی ہے۔ (۵۸)

امام شافعی پر تنقید

بعض لوگوں نے امام شافعی کے اس مذہب پر تنقید کی ہے، جسے نواب صدیق حسن خان نے یوں ذکر کیا ہے کہ جو امام شافعی نے نسخ الکتاب بالنسخہ کے ممنوع ہونے کا مذہب اختیار کیا، علماء کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے، الکیا الھر اسی (۵۹) نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ بڑوں کی لغزشیں ان کے مراتب کے مطابق ہوتی ہیں اور جس کی غلطی ہٹ جائے اس کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے الکیا الھر اسی نے کہا کہ عبد الجبار (۶۰) اصول و فروع پر خوب نظر رکھتے تھے جب وہ اس مقام پر پہنچے تو کہا: ”یہ آدمی بڑا ہے لیکن حق اس سے بھی بڑا ہے“ اور کہا کہ ”ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے خبر واحد کے ساتھ نسخ کتاب کے جواز سے عقلاً منع کیا ہو۔ چہ جائیکہ خبر متواترہ کے ساتھ نسخ کتاب کو ممنوع قرار دیا ہو۔“ (۶۱)

عبد الجبار نے کہا کہ جب شافعی کی محبت میں غلو کرنے والوں نے یہ قول دیکھا جو شافعی جیسے بلند مرتبہ شخص کے شایان شان نہیں تھا، کیونکہ شافعی وہ شخص ہیں جنہوں نے اس فن کو ہموار کیا اور آپ ہی نے سب سے پہلے اس کی تخریج کی، تو انہوں نے کہا کہ اس عظیم شخص کے اس قول کا کوئی محل ضرور ہے، پھر انہوں نے بہت سے محال میں

غور و خوض کیا جن (محامل) کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے۔ (۶۲)

امام مالک یحییٰ بن سعید سے وہ نعمان بن مرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”ماتقولون فی الشارب والزانی والسارق؟“ وذلك قبل ان تنزل الحدود، قالوا الله ورسوله
اعلم، قال ”هن فواحش وفيهن عقوبة“ (۶۳)

” (شرابی، زانی اور چور کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟) اور یہ حدود نازل ہونے سے پہلے کی بات
ہے صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: (یہ بے حیائی کے کام
ہیں اور ان کی سزا ہے)“

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایسا ہی مفہوم کتاب اللہ میں ہے اللہ نے فرمایا ہے وَالَّتِي يَاتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ
نِسَائِكُمْ (اور جو عورتیں تمہاری عورتوں میں سے بے حیائی کا کام کر بیٹھیں)، اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیت
میں یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ (۶۴)

یعنی ان دونوں آیتوں میں جس بے حیائی (بدکاری اور بد فعلی) کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ نے اس کی سزا
بتائی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا نعمان بن مرہ کی روایت کردہ حدیث میں اس سزا کا تذکرہ ہوا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ دنیا میں دو بدکاروں کی یہ سب سے پہلی سزا تھی، پھر یہ تمام زانیوں: آزاد و غلام،
کنوارے اور شادی شدہ سے منسوخ کر دی گئی، پھر اللہ نے دو آزاد مسلمان کنواروں پر حد مقرر کرتے ہوئے فرمایا:
الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة اور شافعی نے ابو ہریرہ اور زید بن خالد کی مندرجہ ذیل
حدیث ذکر کی (۶۵)

”عن ابی ہریرة وزید بن خالد و شبل بن معبد قالوا: کنا عند رسول الله ﷺ فقام رجل
فقال: انشدک الله الا قضیت بیننا بکتاب الله، فقام خصمه وکان افقه منه، فقال: صدق
اقض بیننا بکتاب الله واذن لی، فقال: فقال: ان ابنی کان عسیفا علی هذا وانه
زنی بامرأته فافتدیت منه بمائة شاة وخادم ثم سالت رجالا من اهل العلم، فاخبرونی ان
علی ابنک جلد مائة وتغریب عام وعلی امرأة هذا الرجم، فقال رسول الله ﷺ (والذی
نفسی بیده لا قضین بینکما بکتاب الله المائة شاة والخادم رد علیک وعلی ابنک جلد
مائة وتغریب عام، واغدا یا نیس علی امرأة هذا، فان اعترفت فارجمها) فغدا علیها
فاعترفت فرجمها“ (۶۶)

”ابو ہریرہ، زید بن خالد اور شبل بن معبد نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ فرمائیں، پھر اس کا مد مقابل اٹھا جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا اس نے کہا: اس (پہلے) نے سچ کہا، آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور مجھے (بولنے کی) اجازت دیجیئے! تو آپ نے فرمایا ((کہیے!)) تو اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے پاس مزدور تھا اس نے اس کی بیوی سے بدکاری کی تو میں نے اسے اس کے بدلے ایک خادم اور سو بکریاں دے دیں، پھر میں نے چند اہل علم مردوں سے پوچھا، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کی جلا وطنی ہوگی اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، تب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ضرور اللہ کی کتاب کے ساتھ تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا! سو بکریاں اور خادم تمہیں واپس کر دیا جائے گا اور تیرے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگیں گے اور سال کی جلا وطنی ہوگی۔ اور اے انیس! تم صبح اس عورت کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دو!)) وہ صبح اس عورت کے پاس گئے، اس نے اعتراف کر لیا تو اس (انیس) نے اسے رجم کر دیا۔“

امام مروزی نے کہا ہے کہ امام شافعی نے جو یہ حدیث (خذوا عینی خذوا عینی) (۶۷) بروایت عبادہ ذکر کی، اس کے بارے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ مردوزن زانیوں کے جس و ایذا کا یہ پہلا نسخ تھا اور یہ پہلی دو حدیں تھیں جو مردوزن بدکاروں کے بارے میں نازل ہوئیں، پھر شہین سے سے کوڑے منسوخ کر دیئے گئے اور ان کی حد رجم کو برقرار رکھا گیا، نبی ﷺ نے ایک شخص کی بیوی کو رجم کیا اسے کوڑے نہیں لگائے، ماعز بن مالک کو رجم کیا اسے کوڑے نہیں لگائے اور یہودی مردوزن کو رجم کیا انہیں کوڑے نہیں لگائے۔ (۶۸)

حضرت ابو ہریرہ، زید بن خالد اور شبل فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے رجم کیا اور کوڑے نہیں لگائے۔ (۶۹)

امام مروزی کہتے ہیں کہ حجاز و عراق اور مصر و شام کے عام اہل اثر مفتیان کا قول یہ ہے کہ غیر شادی شدہ زانی کی حد سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی، شادی شدہ زانی کی حد صرف رجم ہے (اس کے ساتھ سو) کوڑے نہیں ہیں۔ محدثین میں سے جس کے ہاں عبادہ کی حدیث معروف اور ثابت ہے اس کا خیال یہ ہے آپ نے کنوارے زانیوں کو کوڑے تو کتاب اللہ کی وجہ سے لگائے تھے اور ان کو جلا وطن سنت رسول کی وجہ سے کیا تھا۔ اور ان محدثین نے نبی ﷺ کے ان (کنوارے بدکاروں) کو جلا وطن کرنے کے بارے میں حدیث عبادہ اور جلا وطنی کے بارے میں دیگر

روایت شدہ احادیث کو دلیل بنایا ہے، اور ان مفتیان محدثین نے شبانہ پرانہی احادیث کے ساتھ رجم کو ثابت اور کوڑوں کو ساقط کیا، جن احادیث سے امام شافعی نے دلیل پکڑی اور شبانہ سے کوڑوں کو سنت کے ساتھ منسوخ کیا ہے۔ (۷۰)

اس مذکورہ بحث کی روشنی میں امام مروزی لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں امام شافعی نے نسخ الکتاب بالسنۃ کو یقیناً ثابت کر دیا کیونکہ انہوں نے دونوں زانیوں کے بارے میں نزول آیت کے وقت کنواروں پر کوڑوں کے ساتھ جلا وطنی کو ثابت کیا ہے، کوڑے کتاب و سنت کے ساتھ اور جلا وطنی سنت کے ساتھ ثابت کی ہے اسی طرح انہوں نے نزول آیت کے وقت حدیث عبادہ کے ساتھ شبانہ پر رجم کے ساتھ کوڑے ثابت کیے ہیں: کوڑے کتاب و سنت کے ساتھ اور رجم سنت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ اور شافعی نے خیال کیا ہے کہ یہ شادی شدہ مردوزن پر سب سے پہلی حد تھی، پھر انہوں نے خیال کیا کہ نبی ﷺ نے اس کے بعد شادی شدہ سے کوڑے ساقط کر دیئے اور رجم کو ان پر ثابت رکھا۔ لہذا شافعی نے اس کا اقرار کر لیا کہ جو کوڑے نزول آیت کے وقت شادی شدہ پر کتاب اللہ کے ساتھ واجب ہوئے تھے نبی ﷺ نے اس کے بعد ان کوڑوں کو ان سے ساقط کر دیا، پس یہ کوڑے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ ان سے منسوخ ہو گئے۔ (۷۱)

ابو ثور (۷۲) کا خیال ہے کہ سنت کے ساتھ قرآن کے نسخ کا قائل شخص غافل ہے، کیونکہ وہ یہ خبر دیتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے حلال کیا وہ نبی ﷺ حرام کرتے ہیں، ابو ثور نے کہا کہ یہ افتراء ہے۔ (۷۳)

جبکہ ابو ثور کے مخالف اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ غافل اور اس سے زیادہ جھوٹا وہ شخص ہے جو اپنے مخالف کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جو اس نے نہیں کہیں اور اسے ان باتوں کے سبب برا بھلا کہے، کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ نبی ﷺ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرتے تھے۔ بلکہ تمام امت کے ہاں یہ بات مسلمہ ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ کے حلال کیے ہوئے کے سوا حلال نہیں کیا اور اللہ کے حرام کیے ہوئے کے سوا حرام نہیں کیا۔ (۷۴)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال و حرام کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی حرمت اپنی کتاب میں نازل کر دیں تو اللہ تعالیٰ اس کا نام قرآن رکھتے ہیں، جیسے حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر اور اس جیسی دیگر چیزیں جنہیں اس نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل کی زبانی کسی چیز کی حلت و حرمت یا کسی چیز کی فرضیت کے بارے میں آپ پر وحی نازل کریں اس کا نام اللہ تعالیٰ حکمت رکھتے ہیں اس کا نام قرآن نہیں رکھتے، اور یہ دونوں چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ (۷۵)

مندرجہ ذیل آیات سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے: وانزل الله عليك الكتاب والحكمة

[النساء: ۱۱۳] واذکروا نعمۃ اللہ علیکم وما انزل علیکم من الكتاب والحکمۃ [البقرة: ۲۳۱] علماء نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ یہاں ”الحکمۃ“ سے مراد ”السنتہ“ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ”الکتاب“ کا ذکر کیا پھر ”والحکمۃ“ کہا ہے، اور دونوں کے درمیان ”و“ فاصل رکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ”الحکمۃ“ ”الکتاب“ کے علاوہ ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی جاری کردہ ایسی سنت ہے جو ”الکتاب“ میں نہیں ذکر کی گئی، کیونکہ اگر تفسیر اس طرح نہ ہو تو یوں ہوگی کہ گویا اللہ نے کہا: ”وانزل علیک الکتاب والکتاب“ اور اللہ نے نازل کی کتاب اور کتاب، اور ایسی تفسیر بعید ہے۔“ (۷۶)

امام احمد بن حنبل کا مذہب

نسخ القرآن بالسنتہ کے بارے میں ابن حنبل کا قول ہے ”لا ینسخ القرآن الا قرآن یجیبی بعدہ“ قرآن کو صرف قرآن منسوخ کرتا ہے جو اس کے بعد آتا ہے۔“

قاضی ابویعلیٰ (م ۴۵۸ھ) کہتے ہیں ”ظاہرہ انه منع منہ عقلا و شرعا“ (۷۷) کہ اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اسے عقلا اور شرعا ممنوع کہا ہے، لیکن قاضی کا یہ خیال درست نہیں ہے، بلکہ امام احمد کے قول سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ نے اسے شرعا ممنوع ٹھہرایا ہے نہ کہ عقلا۔

چنانچہ روضۃ الناظر کے شارح ابن بدران الدومی الدمشقی لکھتے ہیں کہ قاضی نے امام احمد کے قول کو شرعا اور عقلا ممنوع ہونے کی دلیل بنایا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ امام احمد کا ظاہر کلام شرعا ممنوع ہونے پر دلالت کرتا ہے نہ کہ عقلا ممنوع ہونے پر، کیونکہ ابن حنبل نے ”لا ینسخ القرآن الا قرآن یجیبی بعدہ“ کہا ہے، لہذا نسخ کو امر شرعی پر معلق کیا گیا ہے نہ کہ عقلی پر، ابن مفلح (م ۸۸۴ھ) نے اپنے اصول میں کہا ہے کہ امام احمد کا کلام سنت متواترہ کے ساتھ قرآن کے نسخ کے ممنوع ہونے کا ہے اور یہ اختلاف عقلا جواز کے بارے میں ہے، لیکن شرعا جواز؟ تو امام احمد رضی اللہ عنہ سے اس کا منع ہونا مشہور ہے۔ امام شافعی، آپ کے اکثر اصحاب اور ظاہریہ وغیرہم اسی کے قائل ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جائز ہے اور یہ امام احمد ہی کی ایک روایت ہے، اور اسے ابو الخطاب (م ۵۱۰ھ) ابن عقیل (م ۵۱۳ھ) اور اکثر حنفیہ و مالکیہ وغیرہم نے اختیار کیا اور ابن حاجب (م ۶۳۶ھ) نے اس کو تقویت دی اور اسے جمہور نے حکایت کیا ہے۔ (۷۸)

علامہ محمد امین شفقطی، احمد بن حنبل کے قول ”لا ینسخ القرآن الا قرآن یجیبی بعدہ“ کا ما حاصل یوں

بیان کرتے ہیں کہ اس قول کا حاصل سنت متواترہ کے ساتھ نسخ قرآن کی ممانعت ہے، اور اخبار آحاد کے ساتھ تو (یہ ممانعت) زیادہ لائق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فات بخیر منها او مثلها [سورة البقرة آية ۱۰۶] اور سنت

قرآن سے بہتر یا اس جیسی نہیں ہو سکتی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اپنے ان الفاظ کے ساتھ مدح سرائی کی کہ الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیء قدیدر [سورۃ البقرہ ایت ۱۰۶] (۷۹)

امام احمد بن حنبل کے اس قول اور اس کے حاصل کے جواب میں علامہ شفقعلی اپنی تحقیق یوں ذکر کرتے ہیں کہ سنت متواترہ کے ساتھ نسخ قرآن کا جواز اور اس کا وقوع ثابت ہے اور اس کی مثال: سنت متواترہ کے ساتھ پانچ رضعات کی آیت کا نسخ، سورہ خلع اور سورہ حد کا نسخ ہے، اور اس کی کئی مثالیں ہیں۔ (۸۰)

احمد بن حنبل کے مذکورہ بالا قول کے حق میں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۶ سے استدلال کے جواب میں شفقعلی لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ ناسخ اور منسوخ اللہ کی طرف سے ہیں، حقیقت میں ناسخ وہی ہے، اس کے سوا کوئی اس نسخ پر قادر نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول: قال الذین لا یرجون..... عذاب عظیم [سورۃ یونس ایت ۱۵] (۸۱) میں اس کو بیان کیا ہے، لیکن وہ اس جیسی دوسری آیت لا کر اپنے وعدے کو سچ ثابت کرتا ہے۔ اللہ نے مذکورہ آیت میں یہ شرط نہیں لگائی کہ ناسخ، یعنی آیت ہی ہوگی بلکہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلی آیت کو، نبی کی زبان سے قرآن کے علاوہ وحی کے ساتھ منسوخ کر دے، پھر اس کے نسخ کے بعد اس جیسی اور آیت لے آئے۔ اس میں اور آیت کریمہ کے ظاہر میں کوئی منافات نہیں ہے، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا کہ دوسری اس سے بہتر آیت بنفسہا لا تا مراد نہیں ہے بلکہ مراد ہے کہ ”ہم ایسا عمل لائیں گے جو اس عمل سے بہتر ہوگا جس پر پہلی آیت نے دلالت کی ہے یا اس جیسا ہوگا۔“ (۸۲)

ابن قدامۃ المقدسی (۶۲۰ھ) نے سنت متواترہ اور خیر واحد کے ساتھ قرآن کے نسخ کی مزید وضاحت کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ قرآن اور سنت متواترہ کا اخبار آحاد کے ساتھ نسخ عقلاً جائز ہے، کیونکہ شارع کا یہ کہنا کہ ”ہم نے تمہیں خیر واحد کے ساتھ نسخ کا پابند کر دیا، ممتنع نہیں ہے، اور یہ شرعاً ناجائز ہے لیکن اہل ظاہر کے ایک گروہ نے اسے جائز کہا ہے۔“ (۸۳)

اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے نواب صدیق الحسن لکھتے ہیں کہ اخبار آحاد کے ساتھ قرآن اور سنت متواترہ کے نسخ کے جواز اور وقوع میں اختلاف پایا جاتا ہے: عقلاً جواز کے تو بہت لوگ قائل ہیں۔ لیکن اس کے وقوع کے بارے میں ابن برہان (۵۲۰ھ) اور ابن حاجب (۶۳۶ھ) وغیرہما کے بیان کے مطابق جمہور اس طرف گئے ہیں کہ یہ واقع نہیں ہوتا، اور اہل ظاہر کی ایک جماعت اس کے وقوع کی قائل ہے، نیز امام احمد بن حنبل سے ایک یہی روایت آئی ہے اور یہ بات حق ہے جو صحیح اخبار آحاد کے ساتھ نسخ کے جواز کی راہنمائی کرتی ہے۔ (۸۴)

شوکانی کے قول سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے:

آپ لکھتے ہیں کہ اخبار آحاد کے ساتھ قرآن اور سنت متواترہ کے نسخ کے جواز اور وقوع میں اختلاف واقع ہوا ہے، عقلا اس کے جواز کے اکثر لوگ قائل ہیں، سلیم رازی (م ۴۴۷ھ) نے یہ چیز اشاعرہ اور معتزلہ سے حکایت کی ہے اور ابن برہان (م ۵۲۰ھ) نے ”اللاوسط“ میں اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔ اس نے کہا: خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کا نسخ بلا اختلاف عقلا محال نہیں ہے اختلاف تو اس کے شرعی جواز میں ہے، لیکن اس کا واقع ہونا؟ تو جمہور کا مذہب اس کے عدم وقوع کا ہے، جیسا کہ اسے ابن برہان، ابن حاجب (م ۶۳۶ھ) وغیرہما نے حکایت کیا ہے، ابن سمعانی نے اور سلیم نے ”التقریب“ میں اس کے عدم وقوع پر اجماع نقل کیا ہے، اسی طرح قاضی ابو الطیب (م ۴۵۰ھ) نے ”شرح الکفایۃ“ میں اور شیخ ابواسحاق شیرازی (م ۴۷۶ھ) نے ”المع“ میں اجماع نقل کیا ہے۔ اہل ظاہر کی ایک جماعت جن میں ابن حزم بھی شامل ہیں اس کے واقع ہونے کا مذہب رکھتی ہے۔ اور یہ ایک روایت احمد بن حنبل سے بھی آئی ہے۔ (۸۵)

اخبار آحاد کے ساتھ نسخ قرآن کے شرعا عدم وقوع پر اجماع کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ چنانچہ مفسر قرآن قرطبی (۸۶) لکھتے ہیں کہ پختہ کارائمتہ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن سنت کے ساتھ منسوخ ہوتا ہے اور یہ آپ علیہ السلام کی حدیث لاوصیۃ لوارث میں موجود ہے۔ اور یہ امام مالک (م ۱۷۹ھ) کا ظاہر مسئلہ ہے اور شافعی (م ۲۰۴ھ) اور ابوالفرج مالکی نے اس کا انکار کیا ہے حالانکہ پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ سب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اسی کی طرف سے ہے اگرچہ نام مختلف ہیں۔ اور شادی شدہ زانی جسے رجم کیا جاتا ہے اس کے زنا کی حد میں سو کوڑوں کا ساقط ہونا بھی اس کی دلیل ہے، اور اسے ساقط کرنے والی سنت، نبی ﷺ کا فعل ہے یہ (بات) واضح ہے۔ (۸۷)

قرطبی مزید لکھتے ہیں کہ حذاق ائمہ، قرآن کے ساتھ سنت کے نسخ کے بھی قائل ہیں اور یہ قبلہ (کی تبدیلی) کے واقعہ میں موجود ہے، کیونکہ شام کی طرف نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان فلاجر جمعوا الی الکفار (المستحنة: ۱۰) میں ان عورتوں کو کفار کی طرف لوٹانا نبی ﷺ کی قریش کے ساتھ صلح کی وجہ سے تھا۔ (۸۸)

لہذا معلوم ہوا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا فعل رسول (سنت) سے ثابت تھا جسے قرآن نے منسوخ کر دیا، اور کفار کی ایماندار بیویوں کو ان (کفار) کی طرف لوٹانا صلح کی (ایک شرط کی) وجہ سے تھا جسے مندرجہ بالا آیت نے منسوخ کر دیا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ نسخ سنت صحیحہ کے ساتھ جائز ہے اور یہ زمانہ نبوت میں واقع ہوا ہے اور انقطاع وحی یعنی وفات رسول کے بعد کوئی چیز منسوخ نہیں ہو سکتی۔

یہ سارا نسخ نبی ﷺ کے عہد میں تھا لیکن آپ کی موت کے بعد اور استقرار شریعت کے بعد تو امت کا اس پر اجماع ہے کہ وفات رسول کے بعد کوئی نسخ نہیں ہے اور اسی لیے اجماع نہ تو منسوخ ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ قرآن و سنت کو منسوخ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اجماع کا انعقاد انقطاع وحی کے بعد عمل میں آیا ہے۔ (۸۹)

نسخ کے شرعا عدم وقوع پر اجماع کا رد ذکر کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ پختہ کارائے خیر واحد کے ساتھ قرآن کا نسخ عقلاً جائز مانتے ہیں۔ اور اس کے شرعاً وقوع میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ ابو المعالی (۴۷۸ھ) وغیرہ مسجد قباء کے واقعہ میں اس کے وقوع کی طرف گئے ہیں..... اور ایک قوم نے اس کا انکار کیا ہے۔ (۹۰)

مندرجہ بالا اقتباسات کے مطالعہ سے واضح ہوا کہ خبر واحد صحیح کے ساتھ قرآن اور سنت متواترہ کے نسخ کے شرعا عدم جواز پر اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احمد بن حنبل سے منقول ایک روایت سے اس کا شرعاً جواز ثابت ہوا ہے اور اہل ظاہر کی ایک جماعت، جن میں حافظ ابن حزم جیسے محقق بھی شامل ہیں، اس کے شرعاً جواز کی قائل ہے، باقی رہا نسخ القرآن بالسنة کا وقوع تو اس کی کئی مثالیں اوپر درج کی جا چکی ہیں۔

لہذا ایسے نسخ کے شرعا عدم جواز یا عدم وقوع پر اجماع کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ بلکہ ثابت شدہ سنت کے خلاف اجماع کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ ایسا نسخ سنت صحیحہ ثابتہ سے ثابت ہے۔ کما مر۔

تحقیقی بات جس میں کوئی شک نہیں وہ یہ ہے کہ جن اخبار آحاد صحیحہ کا منسوخ سے تاخر ثابت ہو، ان کے ساتھ متواتر کا نسخ واقع ہونا جائز ہے۔ اور اس کی دلیل اس کا عملاً وقوع ہے۔ (۹۱)

جن صحیح اخبار آحاد کا منسوخ آیت سے مؤخر ہونا ثابت ہو ان کیساتھ نسخ قرآن کی مثال گھر یلو گدھوں کی اباحت کا نسخ ہے۔ مثلاً قل لا اجد..... مینة آیت میں ”حمر اہلیہ“ پر حصر صریح کے ساتھ منصوص کو اس سے متاخر ثابت شدہ سنت صحیحہ کے ساتھ منسوخ کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ آیت سورة الانعام کی ہے جو مکہ ہے یعنی بلا اختلاف ہجرت سے پہلے نازل ہونے والی ہے۔ اور سنت کے ساتھ حمر اہلیہ کو حرام قرار دینا اس آیت کے بعد خیر (۷۷ھ) میں واقع ہوا ہے، لہذا سورة الانعام کی مذکورہ آیت اور حمر اہلیہ کی تحریم کی احادیث کے درمیان، ان دونوں کے زمانے مختلف ہونے کے سبب قطعاً کوئی منافات نہیں ہے۔ نزول آیت کے وقت صرف وہی چار چیزیں حرام کی گئی تھیں جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ اور ”حمر اہلیہ“ کی تحریم اس کے بعد طاری ہوئی ہے اور طاری ہونا اپنے ماقبل سے

منافات نہیں ہے۔ ان دونوں کے مابین حصول منافات تو تب ہوتا جب آیت میں کوئی ایسی چیز مذکور ہوتی جو آیت میں مذکور چار چیزوں کے علاوہ، مستقبل میں کسی چیز کی نفی پر دلالت کرتی اور اس سے آیت نے کوئی تعرض نہیں کیا، بلکہ آیت قل لاجد فیما اوحی میں اوحی ماضی کے صیغہ کے ساتھ مختص ہے اور اللہ نے یوں نہیں کہا ”فیما سیوحی الی فی المستقبل“ یعنی اس میں جو میری طرف مستقبل میں وحی کیا جائے گا۔ (۹۲)

احناف کے ہاں نسخ القرآن بالسنۃ:

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

احناف کے ہاں سنت متواترہ یا سنت مشہورہ کے ساتھ کتاب اللہ کا نسخ جائز ہے اس مسلک کی بنیاد اس پر ہے جسے کرنی نے ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ مسح علی الخنثین جیسی خبر مشہورہ کے ساتھ کتاب اللہ کا نسخ جائز ہے، اسی طرح کتاب اللہ کے ساتھ سنت کا نسخ بھی جائز ہے۔ (۹۳)

سنت مشہورہ کیساتھ قرآن کے منسوخ ہونے کی دلیل دیتے ہوئے سرخسی لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں احناف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے جسے بعض احناف نے دلیل کے طور پر پیش کیا: کتب علیکم اذا حضر..... الخ، (تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو، تو والدین اور رشتہ داروں کے لیے معروف طریقے سے وصیت کرے) اس آیت میں والدین اور قریبوں کے حق میں وصیت فرض ہونے کی دلیل پیش کی گئی ہے، پھر یہ وصیت نبی ﷺ کی حدیث ”لا وصیة لوارث“ کے ساتھ منسوخ ہوگئی، اور یہ سنت مشہورہ ہے۔ (۹۴)

جمہور کا مذہب:

جمہور بھی سنت متواترہ کے ساتھ نسخ قرآن کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ان کے بارے میں ابو الطیب طبری، ابن برہان اور ابو حجاب نے نقل کیا ہے، ابن فورک نے ”شرح مقالات الاشعری“ میں کہا ہے کہ ہمارے شیخ ابو الحسن الاشعری کا یہی مذہب ہے اور آپ کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت..... والاقربین میں پایا جاتا ہے۔ لہذا یہ سنت متواترہ کے ساتھ منسوخ ہے اور یہ سنت متواترہ ”لا وصیة لوارث“ ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان جمع ناممکن ہے ابن سمانی (م ۳۸۹ھ) نے کہا کہ یہی مذہب ابو حنیفہ اور عام متکلمین کا ہے، اور سلیم رازی نے کہا کہ یہی قول اہل عراق کا ہے، اس نے کہا کہ یہی مذہب اشاعرہ، معتزلہ اور تمام متکلمین کا ہے۔ دیوبی (م ۴۳۰ھ) نے کہا کہ یہی ہمارے علماء کا یعنی حنفیہ کا قول ہے۔ حاجی مالکی نے کہا کہ ہمارے عام شیوخ نسخ القرآن بالسنۃ المتواترہ کے قائل ہیں، اور ابن الفرج نے یہی مذہب امام مالک سے نقل کیا

ہے۔ اس نے کہا کہ اسی لیے اس کے ہاں حدیث کی وجہ سے وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے قول کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت کی ناسخ ہے۔ (۹۵)

مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہوا کہ نسخ القرآن بالسنۃ المتواترہ کے قائلین میں بڑے بڑے اصحاب مذہب ائمہ شامل ہیں: ان میں امام ابوحنیفہ، امام مالک اور ابن فورک (م ۴۰۶ھ) کے قول کے مطابق امام شافعی بھی قائلین میں شامل ہیں۔

استاذ ابو منصور نے کہا کہ اصحاب شافعی نے نسخ القرآن بالسنۃ کے ممنوع ہونے پر اجماع کیا ہے اور یہ اس بیان کے خلاف ہے جو ابن فورک نے ان کے اکثر سے جواز کا قائل ہونا نقل کیا ہے۔ (۹۶)

خلاصہ بحث:

فقہائے اسلام کے خیالات کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سنت صحیحہ خواہ متواتر ہو یا مشہورہ، اس کے ساتھ نسخ القرآن جائز ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات اخبار آحاد صحیحہ کے ساتھ بھی یہ نسخ جائز ہے۔

حوالہ جات و حواشی

- (۱) النجم ۵۳: ۳
- (۲) النساء ۸۲
- (۳) الشافعی محمد بن ادریس، المطلبی، الامام: الرسالة (تتحقیق: احمد محمد شاکر) المکتبۃ العلمیہ، سن ندارد، بیروت: ص ۹۱
- (۴) ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، ابو عبد اللہ شمس الدین: اعلام الموقعین عن رب العلمین: دارالکلیل، بیروت: سن ندارد: ص ۳۰۷/۲
- (۵) امام بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، الامام: صحیح البخاری: کتاب الایمان: باب دعاء کم ایمانکم: حدیث ۸، دار السلام للنشر والتوزیع، الرياض ۱۹۹۹ء/۱۴۱۹ھ: ص ۵
- (۶) البقرۃ: ۳۳
- (۷) ایضا: ۱۰۳
- (۸) آل عمران ۳: ۳، ۹۷

- (۹) احمد بن حنبل، الامام: المسند: حدیث نمبر ۲۰۹۷۱: بیت الأفكار الدولية، الرياض: ۱۳۱۹ھ/۱۹۹۸ء: ص ۱۵۱۸
- (۱۰) البقرة: ۳: ۱۸۸
- (۱۱) السجستانی، سليمان بن اشعث، ابوداؤد، الامام: سنن ابی داؤد: کتاب المناسک: باب صفة حج النبي: حدیث ۱۹۰۵ دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض: ۱۳۲۰ھ/۱۹۹۹ء: ص ۲۷۹
- (۱۲) النساء: ۴: ۱۹
- (۱۳) البقرة: ۳: ۱۸۷
- (۱۴) التوبة: ۹: ۳۳
- (۱۵) المائدة: ۵: ۳۸
- (۱۶) ایضا: ۸۹
- (۱۷) الانعام: ۶: ۸۲
- (۱۸) ابن قیم: اعلام الموقعین: ص ۳۰۷/۲
- (۱۹) ایضا: ص ۳۰۸/۲
- (۲۰) الشاطبی: الموانع: ص ۳/۱
- (۲۱) الشوکانی، محمد بن علی، تاضی قضاة القطر الیمانی: ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول: دار المعرفة، بیروت: سن ندرار: ص ۱۶۱
- (۲۲) ابن قدامہ المقدسی: آپ کا نام عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (المقدسی ثم الدمشقی الصالحی) ہے۔ آپ شعبان ۵۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور بروز عید الفطر ۶۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ آپ حنابلہ کے امام سمجھے جاتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں ”المغنی“ دس جلدیں، ”مختصر العلیل للخلال“، ”المقنع“، ”الروضہ“ اور ”الروضۃ الناظر“ مشہور ہیں۔ (ازمقدمہ: روضۃ الناظر: ص ۶ تا ۱۰)
- (۲۳) ابن قدامہ، المقدسی، الدمشقی، الصالحی، الحسینی، عبداللہ بن احمد: روضۃ الناظر وجنۃ المناظر: دار الحدیث بیروت: ۱۹۹۱ء/۱۳۱۴ھ: ص ۱/۱۵۷
- (۲۴) ایضا: ص ۱/۱۵۸
- (۲۵) ایضا: ۱/۱۵۸، ۱۵۹
- (۲۶) ایضا: ص ۱/۱۵۹
- (۲۷) ابن قیم الجوزیہ: دار الخلیل، بیروت: سن ندرار: اعلام الموقعین من رب العالمین: ص ۱/۳۵
- (۲۸) ابن حزم، علی، ابو محمد الظاہری: الاحکام فی اصول الاحکام (تحقیق: احمد محمد شاہ کر) ادارۃ ضیاء السنۃ، رحمت آباد فیصل

- آباد: ۱۹۸۵ء/۱۴۰۴ھ، ص: ۱۱۳/۲
- (۲۹) ابن قدامہ: روضۃ الناظر: ص: ۱۶۳/۱
- (۳۰) النساء: ۴: ۲۴
- (۳۱) المروزی، محمد بن نصر: السنۃ: دار الثقافة الاسلامیۃ، الریاض: سن ندارد: ص: ۷۵
- (۳۲) ابن بدران، الدومی، دمشقی، عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ: نزہۃ الخاطر العاطر: دار الحدیث، بیروت: ۱۹۹۱ء/۱۴۱۲ھ: ۱۶۳/۱
- (۳۳) حازمی: هو الامام العالم الثقتہ النبیل المحدث الفقیہ المورخ التسابہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم زین الدین الحازمی الحمدانی الشافعی ۵۴۸ھ میں ہمدان میں پیدا ہوئے اور جمادی الاخریٰ ۵۸۳ھ کو بغداد میں فوت ہوئے مقدمتہ الاعتبار فی النسخ و المنسوخ من الآثار (تحقیق: عبدالمعطی امین قلعجی، الدكتور): الطبعة الثانیۃ، القاہرۃ: ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ: ص: ۳-۹
- (۳۴) الحازمی: الاعتبار فی النسخ و المنسوخ من الآثار: ص: ۹۲، ۹۱
- (۳۵) الحازمی: الاعتبار فی النسخ و المنسوخ من الآثار: ص: ۹۲، ۹۳
- (۳۶) ابن قدامہ: روضۃ الناظر: ص: ۱۶۳/۱
- (۳۷) ابن بدران، دومی: نزہۃ الخاطر العاطر: ص: ۱۶۳/۱
- (۳۸) سرخسی: شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، آپ کی کنیت ابوبکر ہے، آپ اپنے وقت کے امام مجتہد تھے، شمس الائمہ حلوانی سے لازم رہے۔ آپ نے شرح المبسوط، شرح السیر الکبیر اور کتاب فقہ لکھیں۔ آپ ۴۹۰ اور ۵۰۰ ہجری کے مابین فوت ہوئے (السلکونی، عبدالحی، ابوالحسنات: طبقات الفقہاء: سعیدیہ کتب خانہ، پارہوتی، مردان، پاکستان: سن ندارد: ص: ۴۷، ۴۶)
- (۳۹) السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد، شمس الائمہ: اصول السرخسی (تحقیق: ابوالوفاء افغانی): دار المعرفۃ للطباعة والنشر، بیروت: ۱۹۷۳ء/۱۳۹۳ھ: ص: ۶۷/۲
- (۴۰) ابن حزم: الاحکام، ص: ۱۰۷/۴
- (۴۱) نواب صدیق حسن خان: حصول المامول من علم الاصول: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر: ۱۹۳۸ء/۱۳۵۷ھ: ص: ۱۲۷
- (۴۲) ایضاً
- (۴۳) ابن حزم: الاحکام، ص: ۱۰۷/۴
- (۴۴) ایضاً: ص: ۱۰۸
- (۴۵) ایضاً: ص: ۱۰۹

- (۳۶) المروزی: السنۃ: ص: ۱۱۳
- (۳۷) ایضا: ص: ۱۱۰، ۱۱۱
- (۳۸) السرخسی: اصول السرخسی: ص: ۶۸، ۶۹
- (۳۹) الشافعی: محمد بن ادریس، الامام، المظہبی: الرسالة (تحقیق: احمد محمد شا کر) المکتبۃ العلمیۃ، بیروت: ص: ۱۰۶
- (۵۰) ایضا: ص: ۱۰۸
- (۵۱) ابن قیم: اعلام المؤمنین: ص: ۲/۳۱۸
- (۵۲) الشافعی: الرسالة: ص: ۱۰۷، ۱۰۸
- (۵۳) السرخسی: اصول السرخسی: ص: ۲/۶۷
- (۵۴) ابن قدامہ المقدسی: روضۃ الناظر: ص: ۱/۱۸۶
- (۵۵) ۳۳/۱- نواب صدیق حسن خان: حصول المامول: ص: ۱۲۷
- (۵۶) الصیرفی: آپ کا نام حسن بن حماد نسی ابوعلی وراق ہے، آپ کوفہ کے رہنے والے تھے، سفیان بن عیینہ کی شاگردی اختیار کی، سنن میں آپ کی ایک حدیث ہے۔ ۲۳۵ھ میں بغداد آئے، رجب ۲۳۸ھ میں فوت ہوئے (العسقلانی، احمد بن علی، بن حجر، ابوالفضل شہاب الدین: تہذیب التہذیب: دار احیاء التراث العربی، بیروت: ۱۹۹۳ء/۱۴۱۳ھ: ص: ۸۶، ۸۷، ۸۸)
- (۵۷) الخفاف: آپ کا اسم گرامی بشار بن موسیٰ شیبانی ہے، عجمی بھی کہا جاتا ہے۔ کنیت ابو عثمان ہے، بصرہ کے رہنے والے تھے، بعد میں بغداد جا آباد ہوئے، امام مالک اور عبداللہ بن مبارک وغیرہما سے حدیث کی سماعت کی۔ ۲۲۸ھ میں فوت ہوئے۔ (تہذیب التہذیب: ص: ۲۷۸)
- (۵۸) نواب صدیق حسن خان: حصول المامول: ص: ۱۲۷
- (۵۹) الکیا لہر اسی: آپ کا نام علی بن محمد بن علی الکیا لہر اسی الطبرستانی الشافعی عماد الدین ابوالحسن ہے۔ آپ ایک فقیہ، اصولی اور متکلم تھے، آپ نے امام الحرمین سے فقہ حاصل کی، آپ کی تالیفات میں سے احکام القرآن، لوا مع الدلائل فی زوایا المسلسل اور التعلیق فی اصول الفقہ ہیں۔ آپ نے ۵۰۴ھ میں بغداد میں انتقال کیا۔ اور تربت ابو اسحاق شیرازی میں دفن کیے گئے (عمر رضا کحالیہ: معجم المؤلفین: مکتبۃ المثنیٰ، بیروت و دمشق: ۱۹۵۶ء/۱۳۷۶ھ: ص: ۲۲۰)
- (۶۰) عبد الجبار: قاضی عبد الجبار بن احمد بن عبد الجبار ہمدانی اسد آبادی کی کنیت ابوالحسن ہے، آپ معتزلی شافعی ہیں، معتزل نے آپ کو قاضی القضاة کا لقب دیا، آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ آپ کو اصول میں خوب شہرت ملی، آپ ۳۱۵ھ میں فوت ہوئے (الکتابی، محمد بن جعفر: الرسالة المستطرفۃ: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ص:

ندارد: ص ۱۲۰)

- (۶۱) نواب صدیق حسن خان: حصول المامول ۱۴۷
- (۶۲) ایضاً
- (۶۳) المروزی: السنۃ: ص ۹۵
- (۶۴) ایضاً
- (۶۵) ایضاً: ص ۹۵، ۹۶
- (۶۶) ایضاً: ص ۹۶
- (۶۷) (مکمل حدیث یہ ہے، حدثنا یحییٰ بن یحییٰ التمیمی قال انا هشیم عن منصور عن الحسن عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی عن عبادة ابن صامت قال قال رسول اللہ ﷺ خذوا عنی فقد جعل اللہ لہن سبیلاً البکر بالبکر جلد مائة ونفی سنة والثیب بالثیب جلد مائة والرحمہ) امام مسلم: صحیح مسلم: کتاب الحدود: باب قطع السارق الشریف وغیرہ..... الخ: حدیث نمبر: ۴۴۱۴: ص ۴۹۷
- (۶۸) المروزی: السنۃ: ص ۹۶، ۹۷
- (۶۹) ایضاً: ص ۹۷
- (۷۰) ایضاً
- (۷۱) ایضاً: ص ۹۸
- (۷۲) ابو ثور: ابراہیم بن خالد کلبی بغدادی۔ ان کی فقہ کا مدار رائے پر تھا۔ شافعی کے آنے سے پہلے وہ اہل عراق کے قول پر عمل کرتے تھے۔ جب شافعی بغداد آئے تو ان کے پاس آنے لگے ان سے علم حاصل کیا۔ وہ ائمہ فقہاء شافعیہ میں شمار ہوتے تھے اگرچہ وہ شافعی کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ دلیل ملنے پر شافعی کی مخالفت کرتے تھے۔ ۲۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ تاریخ فقہ اسلامی (اردو ترجمہ: التشریح الاسلامی للحنفری بک) دارالاشاعت، کراچی: ۱۹۶۵ء: ص ۲۶۷: العقد المذہب: ص ۱۸)
- (۷۳) المروزی: السنۃ: ص ۱۱۳، ۱۱۵
- (۷۴) ایضاً: ص ۱۱۵
- (۷۵) ایضاً
- (۷۶) ایضاً
- (۷۷) ابن قدامة الحنبلی: روضة الناظر: ص ۸۶، ۱۸۵
- (۷۸) ابن بدران: نزہة الخاطر العاطر: ص ۱۸۵

- (۷۹) الشنقيطی، محمد امين: مذكرة اصول الفقه على روضة الناظر (تحقيق: ابو حفص سامی العربي): دار اليقين، مصر: ۱۹۹۹ء/۱۳۳۹ھ: ص ۱۵۰
- (۸۰) ايضا
- (۸۱) (ترجمہ) جو لوگ ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں رکھتے، انہوں نے کہا: ”اس قرآن کے سوا کوئی اور (قرآن) ہمارے پاس لائے یا اس میں تبدیلی کر دیجیے“ کہہ دیجیے! میں اسے اپنی طرف سے تبدیل نہیں کر سکتا۔“ میں تو اسی کے تابع ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف کھاتا ہوں۔
- (۸۲) ايضا: ص ۱۵۱
- (۸۳) ابن قدامة: روضة الناظر: ص ۱۸۷، ۱۸۸
- (۸۴) نواب صديق حسن خان: حصول المامول: ص ۱۲۷
- (۸۵) الشوکانی: ارشاد الفحول: ص ۱۶۷
- (۸۶) القرطبي: ابو عبد الله محمد بن احمد بن ابی بکر فرح الانصاری الخزرجی اللاندی القرطبی المفسر: آپ کی تصانیف میں الجامع لاحکام القرآن، التذکار فی فضل الاذکار، اور الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحلی شامل ہیں، امام ذہبی نے آپ کو ”امام متقن“ اور تبحر فی العلم کے القاب دیے ہیں۔ آپ ۶۷۱ھ میں فوت ہوئے ابن عماد حنبلی: شذرات الذهب: ص ۳۳۵/۵
- (۸۷) الفرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ص ۳۶/۲
- (۸۸) ايضا
- (۸۹) ايضا
- (۹۰) ايضا
- (۹۱) الشنقيطی، محمد امين ابن محمد مختار بن عبدالقادر: مذكرة اصول الفقه، دار اليقين مصر: ۱۹۹۹ء/۱۳۱۹ھ: ص ۵۳، ۵۴
- (۹۲) ايضا
- (۹۳) السرخسی: اصول السرخسی: ص ۶۷/۲
- (۹۴) ايضا: ص ۶۹
- (۹۵) الشوکانی: ارشاد الفحول: ص ۱۶۷، ۱۶۸
- (۹۶) ايضا: ص ۱۶۸